

کہ جب ہمارے ملک سے لوگ دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں منتقل ہو جاتے ہیں تو ان کی زندگی نہیں بدلتی۔ یہ اور بات ہے کہ چونکہ ترقی یافتہ ممالک میں روزمرہ کی سہولیات ہم سے بہتر ہیں لہذا صحت، تعلیم اور روزمرہ کی وہی چیزیں جن کی ہمارے ہاں قلت ہے ترقی یافتہ ممالک میں ہر شہری کو عام میسر ہیں۔ بظاہر زندگی کا معیار بلند لگنے لگتا ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ جو محنت سے کام نہیں کرتے دوسرے ملکوں میں جا کر ان کے خیراتی پروگرامز کے تحت اچھی خواراک بچوں کی تعلیم اور صحت کی سہولیات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور بظاہر بہتر زندگی گزارنے لگتے ہیں۔ کیا ہم اس طرح کی زندگی کو داقی بہتر کہ سکتے ہیں جہاں ہمیں خیراتی اداروں پر پلنے والی قوم سمجھا جائے؟ شاید نہیں تو پھر آخراً اچھی زندگی ہوتی کیا ہے؟ کیا ہم روٹی کپڑا اور مکان کی سہولیات تک اپنے آپ کو محدود رکھیں یا پھر بحیثیت اشرف الخلوقات ہماری کچھ اور ضروریات بھی ہیں جو ہمیں نہ صرف جیوانوں کی بنیادی ضروریات سے الگ کرتی ہیں بلکہ معیار زندگی کے اُن مراحل کو طے کرنے پر اصرار کرتی ہیں جو ہمیں بہترین مسلمان بننے میں مددے اور ہم سر اٹھا کر چلنے والی قوم کہلانیں؟ کیونکہ ہمیں تو دوسری قوموں کے لئے رہنمایا کر سمجھا گیا تھا آج یہ حالات ہیں کہ ہم بھکاریوں کی طرح دوسرے ملکوں کے خیراتی پروگراموں پر زندہ رہ کر اپنے آپ کو بہت بڑا محصول کرنے لگے ہیں۔ یہ مسئلہ یہاں ختم نہیں ہوتا بلکہ دوسرے ملکوں میں پاکستانیوں کے بارے میں تو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں کی عادات بہت خراب ہیں۔ اس وجہ سے پاکستانی لوگ پڑوں پہ پر کام کرنے یا پھر بھی چلانے کے لئے رہ گئے ہیں۔ آخر ہم میں ایسی کون تی برا نیاں ہیں جو ہماری شخصیت کا حصہ بن گئی ہیں اور ہم دنیا کے کسی بھی کوئے میں چلے جائیں یا پھر پاکستان میں ہی رہیں ہم ایک ناکام طرز زندگی کا خوارجتے ہیں؟ آئیے دیکھتے ہیں کہ وہ کون سی عادات ہیں جنہوں نے ہمیں اس طرح متاثر کیا ہے۔ نہ صرف ہماری زندگیاں مشکل ہنادیں ہیں بلکہ پوری دنیا کی نظر میں ہم ایک ناکام اور روٹی ہوئی قوم کی صورت میں پیچانے جاتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک شخص اچھا انسان نہیں ہے تو اچھا ملازم بھائی، شہری، باپ یا پچھلے بھائی نہیں ہے سکے گا اور اچھا انسان چاہے ڈاکٹر یا بڑا بنس میں یا پھر کچھ بھی نہ بن سکے تو بھی بحیثیت انسان کسی نہ کسی طرح ضرور لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے قابل ہوگا۔ لہذا اگر ہماری ساری محنت اچھے انسان ہنانے پر صرف ہو تو شاید ہم اپنا ہکویا ہو اوقار بحال کر سکیں۔ حوصلہ افراد یہ ہے کہ اچھے انسان بننے کے لئے نہ پسیے کی ضرورت ہے نہ تو کری کی۔ صرف ایک سوچ ہونی چاہیے اور سب سے پہلے تو ہمیں یہ تسلیم

ہماری ترقی میں حائل ہماری عادتیں

جب بھی قوی ترقی کے بارے میں بات کی جاتی ہے تو زیادہ تر موضوعات جزو یہ بحث آتے ہیں وہ ملکی یا پھر غیر ملکی نواعت کے ہوتے ہیں۔ مثلاً بے روزگاری، مہنگائی (Instability) نظام کی خرابی وغیرہ۔ یہ ایسے محرکات ہیں جن پر ایک عام شہری کا کوئی کشتوں نہیں ہے لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہی صورت حال کی اور ترقی پر یہ ممالک میں بھی ہے۔ پوری دنیا اس وقت تبدیلی کے بے شمار مشکل مراحل سے گزر رہی ہے جس کے اچھے اور بے اثرات مختلف صورتوں میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ صورت حال تو ابھی واقع ہوئی ہے۔ ہمارے ملک میں تو پچھلے پچاس سال سے حالات خراب ہیں۔ شاید یہ کسی اور ملک یا قوم کی ایسی حالت ہو گی جہاں پچاس سال سے زائد کے عرصے میں نہ صرف یہ کہ ہم اپنے قدموں پر ٹھیک طرح سے کھڑے نہیں ہو پائے بلکہ ہر لمحاظ سے جاہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس کی ایک مثال ہمارا معیار تعلیم ہے جو بتدریج گر رہا ہے۔ جو کہ پاکستان کے قیام کے وقت ۳۵ فیصد تھا اور اب ۲۶ فیصد رہ گیا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارا ملک بھی انسی مشکلات میں سے گزر رہا ہے جن سے دوسرے ترقی پر یہ ممالک گزر رہے ہیں۔ لیکن ہماری حالت دن بدن بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ ہم سے کہیں زیادہ غریب ممالک موجود ہیں جنہوں نے اپنی کئی کمزوریوں پر کسی حد تک قابو پالیا ہے اور کچھ نہیں تو ان قوموں کے پاس بہتر زندگی کی امید تباہی ہے اور اسی امید پر ہی ان کی دنیا قائم ہے۔ ہمارے ملک میں تو اسی کرنیں بھی دم توڑتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ کوئی وقت تھا کہ ایک خاص طبقہ ملک چھوڑ کر بھاگتا تھا آج یہ تیز ختم ہو گئی ہے جن کے پاس نوکری یا پسیہ نہیں ہے وہ اس ملک سے بھاگ جانا چاہتے ہیں کہ بھوکے نہ مر جائیں اور جن کے پاس نوکری اور پسیہ ہے وہ بھی اسی طرح ملک چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں کہ ہمارے ہاں اچھی تعلیم، صحت، سکون اور سب سے بڑھ کر تحفظ کی قلت ہو گئی ہے۔ آخر ان سب حالات کا ذمہ دار کون ہے؟ وہ کون سی وجوہات ہیں جنہوں نے ہمیں جاہی کے دہانے پر لاکھڑا کیا ہے؟ وہ محرکات جو باقی ترقی پر یہ ممالک اور ہمارے ملک میں مشترک ہیں اُن کے بارے میں سب جانتے ہیں لیکن چونکہ ہم باقی ترقی پر یہ ممالک کی نسبت زیادہ بے حالات کا ٹکارا ہیں ہمیں توجہ ان چیزوں کی طرف دینی چاہیے جو شاید ہمارے ہی معاشرے کی پیداوار ہیں اور ہماری ترقی کی راہ میں حائل رکاویں بھی ہیں۔ ان میں ہماری روزمرہ زندگی کی عادات ہمارے اطوار اور سوچ و بچارے کے طریقے سرفہرست ہیں۔ یہی وجہ ہے

خالی

- ☆ ہم کب بڑے ہوں گے؟
- ☆ عورتوں کی تعلیم یا پھر علم و آگئی؟
- ☆ ریٹائرمنٹ کا بھوت
- ☆ ہماری وضع قطع

مالک مغرب کی ترقی پر انحصار کرتے ہیں بلکہ یہاں تک کہ دنیا جہاں کی سہولتیں میسر ہونے کے باوجود یہاں کے لوگ کھلیوں تک میں اپنا کوئی مقام نہیں بناسکے۔ صرف دولت کے بل بوتے پر یہ ملک نہ کوئی ترقی کر سکے ہیں اور نہ ہی دنیا میں عزت کا مقام حاصل کر سکے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے جو قویں اپنی سوچ نہیں بدلتیں وہ ترقی نہیں کر سکتیں اور اس طرح ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتی ہیں۔

یہ اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد کہ ہر انسان کا ارتقاء صرف اُسی انسان کی سوچ پر محصر ہے آئے یہ دیکھتے ہیں کہ ہماری سوچ نے ہمارے حالات کو س طرح متاثر کیا ہے اور وہ کون سی عادات ہیں جو بڑی خاموشی کے ساتھ ہماری ترقی میں حاصل ہیں۔ یہ عادات اس طرح ہماری شخصیات کا حصہ بن چکی ہیں کہ ان کو چھوڑنا تو دور کی بات یہ ماننا بھی دشوار ہے کہ یہ صرف غلط سوچ کا نتیجہ ہیں اور ہم یہ عادات صدیوں سے اپنائے ہوئے ہیں۔ ہماری ایک خاص طریقہ سوچ یہ ہی ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور مغرب سے ہر طرح سے مختلف ہونا ہمارا حق ہے۔ جبکہ ہم یہ بھول چکے ہیں کہ اسلام کا تعلق مغرب یا مشرق سے نہیں ہے بلکہ اسلام تو ایک ایسا دین ہے جو پوری کائنات کے لئے نظامِ حیات لے کر آیا اور یہ نظام صحیح اور غلط کے واضح اصولوں پر ہے۔ جبکہ یہ اصول قوائیں قدرت کے عین مطابق ہیں اور ہر انسان چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم سب کے لئے یہاں اہمیت رکھتے ہیں۔ اگر بدستی سے مغرب نے یہ قوائیں پہلے اپنائیے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم ضد میں آ کر اب ان کے خلاف ہو جائیں اور بجائے اپنے کم علم ہونے پر شرمende ہونے کے اندر ہے اور گونگے بن جائیں اور اپنی حالت بدلنے پر توجہ نہ دیں۔ اس موضوع پر تفصیل سے بحث ”مفری کلچر یا اسلام“ کے حوالے سے کرو گئی ہے اور اس میں ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ س طرح سے ملازم رکھنے کا روانہ ہماری زندگی پر منفی اثرات ڈال رہا ہے اس کے علاوہ گھروں میں **Privacy** کے اصول نہ اپنائ کر ہم کئی مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔ مزید یہ کہ بڑے بڑے گھروں میں بہت سے لوگوں کا ایک ساتھ رہنا ہماری سوچ اور طرزِ زندگی پر کس طرح اثر انداز ہو رہا ہے۔ ان غلط طور طریقوں کا سب سے بڑا مظاہر ہے ہمارے ہاں جیزیز اور شادی کی رسومات میں دیکھا جاسکتا ہے۔ اسی بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے اب ہم دیکھیں گے کہ اس کے علاوہ اور کون سی افرادی وجوہات ہیں جن سے ہماری ترقی اور بہتری متاثر ہو رہی ہے۔ ان میں سے چند اہم وجوہات جو ہم زیر بحث لاٹیں گے وہ اس طرح ہیں:

- ☆ اتنا کے پہاڑ

کرتا ہے کہ ہم زندگی لزارنے کے کون سے بنیادی طریقوں میں غلط ہی کا شکار رہے ہیں اور کہاں ہم سے کوتا ہیاں سرزد ہوئی ہیں۔ غلط انسان وہی نہیں ہوتا جو بظاہر کوئی غلط کام مثلاً چوری ڈاک کے پھر کسی بھی غیر قانونی کام میں ملوث ہو۔ بلکہ غلط سوچ انسان کو اُس راستے پر ڈال دیتی ہے جہاں انسان راہ سے بھٹک جاتا ہے اور پھر تباہی اُس کا مقدر بن جاتی ہے۔ یہی حال ہماری قوم کا ہوا ہے۔ روزمرہ زندگی کی چھوٹی چھوٹی برا ایسوں کو ہم نے اس طرح نظر انداز کیا ہے کہ وہ ہماری زندگیوں اور ہماری شخصیتوں کا حصہ بن گئی ہیں یہاں تک کہ اکثر معاملات میں صحیح اور غلط کی تیزی ختم ہو گئی ہے۔ غلط انداز اپنانے والے اتنے زیادہ ہو گئے ہیں کہ صحیح سوچ والا انسان خبطی سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ واقعی وہ انسان ہزاروں کے ہجوم میں دیوانہ ہی لگتا ہے کیونکہ وہ سب سے مختلف ہوتا ہے۔ اگر ہم آگاہی کے ذریعے زیادہ لوگوں کو صحیح راہ پر ڈال دیں تو یقیناً غلط کام کرنے والے دیوانے ہی نظر آئیں گے۔ پاشور قوموں میں اسی طرح ہوتا ہے۔ اس کی عام مثال اس طرح لے لیں کہ ترقی یافتہ ممالک میں لوگ مہذب طریقے سے رہتے ہیں۔ اگر کوئی اپنی گاڑی سے کوئی کوڑا کر کر بھینکتے باقی لوگ اُسے پاگل سمجھیں گے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پولیس ہی دیکھ کر آجائے اور جرمانہ کر دے جبکہ ہمارے ہاں بالکل الٹ صورت ہے۔ بڑی بڑی گاڑیوں میں لوگ سچ بن کر بیٹھتے ہوتے ہیں اور ساتھ ہی پھل کھا کر چلکے یا کچھ بھی کھا کر کاغذ وغیرہ باہر پھینک رہے ہوتے ہیں اور اگر کوئی ہمت کر کے انھیں منع کر دے تو اُس گاڑی کے آس پاس کے سارے لوگ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے لوگوں کے ساتھ کر منع کرنے والے کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے اُس نے کوئی غلطی کی ہے یا پھر منع کرنے والا شاید پاگل ہے۔ اس طرح کی ہزاروں مثالیں ہیں اپنی روزمرہ زندگی میں نظر آتی ہیں جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ ہم ایک ایسی قوم بن گئے ہیں جو صحیح سوچ کے فکران کی وجہ سے بھٹک چکی ہے۔ مقی سوچ کی وجہ سے ہمیں وہ چیزیں تو نظر آتی ہیں جو دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کے لوگوں کے پاس ہیں لیکن یہ نظر نہیں آتا کہ ان قوموں کے اطوار کیا ہیں جس کی وجہ سے وہ آج ترقی یافتہ کھلاتے ہیں۔ اگر صرف دولت آجانے سے کوئی ملک ترقی یافتہ بن سکتا تو عرب ممالک جو کہ دنیا کے امیر ترین ممالک ہیں یقیناً ترقی یافتہ کھلاتے۔ لیکن صورت حال یہ ہے کہ اتنی دولت ہونے کے باوجود یہ ممالک غیر ترقی یافتہ ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں کے لوگ ترقی پسند نہیں ہیں۔ ان کی سوچ ثابت نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہر اس میدان میں مغرب سے پیچھے رہ گئے ہیں جن میں ترقی یافتہ ممالک آگے ہیں۔ نہ صرف سائنس اور تکنیکالوجی بلکہ اس طرح کے دوسرے تعلیمی شعبوں میں یہ

نفس اس کی اپنے بارے میں صحیح سوچ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جب کسی انسان کی عزت نفس محدود ہوتی ہے تو تکلیف اس انسان کو نہ صرف جسمانی اور رہنمی طور پر تکلیف پہنچاتی ہے بلکہ یہ کرب روح تک جاتا ہے اور انسان اپنے اندر توڑ پھوڑ محسوس کرتا ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ برائی انسان کی فطرت کے خلاف ہے۔ برائی کی طرف راغب ہونے سے انسان کا اصل یعنی اس کی روح متاثر ہوتی ہے۔ یہ کمکتے کے بعد کے عزتوں نفس کا براہ راست تعلق ہماری روح کی صحت اور پاکیزگی سے ہے آئیے دیکھتے ہیں کہ یہاں کیا ہے؟ جب کوئی انسان برائی کی طرف راغب ہوتا ہے تو اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لئے جواز تلاش کرتا ہے جب کسی بھی طرح ضمیر برائی کرنے پر مطمئن نہیں کر سکتا تو ضمیر کی آواز سننا بند کر دیتا ہے۔ اب وہ ایک ایسا انسان ہے جو جسمانی طور پر تو زندہ نظر آ رہا ہے کیونکہ وہ ایک عام انسان کی طرح کھاپی رہا ہے، بول رہا ہے، زندگی کی بھاگ دوڑ میں سب کے ساتھ شامل ہے لیکن چونکہ اندر سے وہ کھو چکا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بہت ہترین مثال یوں دی ہے کہ اندر ہے، بہرے، گوئے ہیں ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔

”بے شک بدترین خلائق اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں، گوئے ہیں جو (ذر) نہیں سمجھتے۔“ (الافق : ۲۲)

ایک ایسا انسان کیا عزتوں نفس رکھتا ہو گا؟ یعنی اس انسان کی اپنی ہی نظر میں کوئی عزت نہیں ہو گی لیکن یہ بات یہاں ختم نہیں ہو جاتی کیونکہ اپنے آپ کو ہر حال میں صحیح ثابت کرنا انسان کی خصلت ہے لہذا جب بھی کوئی انسان غلط کام کا ارتکاب کرتا ہے تو اپنے ضمیر کی تسلی کے لئے جس برائی کا سہارا لیتا ہے وہ جھوٹی انا (ego) ہے۔ بالکل اسی طرح جب کوئی انسان یعنی نہیں بولتا تو خاموش بھی نہیں رہتا آخر اُسے اپنے آپ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیتا ہی پڑتا ہے یہ ممکن ہے کہ اگر کوئی شخص یعنی نہ بولنا چاہے تو اس نہ بولے اُسے۔ بحر حال جھوٹ بولنا ہی پڑے گا۔ جب کسی انسان کی عزتوں نفس ختم ہو جاتی ہے تو اسے جھوٹی انسان کا سہارا لیتا ہی پڑتا ہے۔ پس عزتوں نفس اور انسان میں اتنا ہی فرق ہے جتنا یعنی اور جھوٹ میں۔ جس شخص کی عزتوں نفس کم ہو گی اتنی ہی اس میں اندازیدہ ہو گی۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ اس کی کیا وجہ ہے۔

بنیادی طور پر انسان کی شخصیت کے چار نمایاں پہلو ہیں۔ ایک حجم ہے جو سب کو نظر آتا ہے لیکن ہر جسم کے اندر جذبات (دل) خیالات (دماغ) اور ان سب سے بڑھ کر روحانیت (روح) کے ملنے سے

انا کے پہاڑ

”انا کے پہاڑ“ ایک ایسا موضوع ہے جس کی وضاحت بہت ضروری ہے کیونکہ یہ مسئلہ باقی تمام مسائل پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ بحث کے لحاظ سے بھی اس کی اہمیت سب سے بڑھ کر ہے۔ اس کی وجہ پچھلے یوں ہے کہ جب یہ مضمون یعنی ”ہماری ترقی میں حائل ہماری عادتیں“، کسی کی نظر سے گزرے گا تو یقیناً اکثر لوگ یہ جانتا چاہیں گے کہ کہیں ہم میں تو ایسی کوئی عادت نہیں ہے جو ہماری زندگی پر بربی طرح اثر انداز ہو رہی ہو۔ لیکن یہ موضوع یعنی ”انا کے پہاڑ“، دیکھتے ہی ہم میں سے ہر کوئی یہ سمجھے گا کہ شاید کوئی اور خرابی تو ہو گی۔ انا کا مسئلہ تو مجھ میں بالکل نہیں ہے۔ یہی سوچ اس خرابی یا برائی کا پتہ دیتی ہے۔ یہاں سے ہی ہماری تباہی کا آغاز ہو جاتا ہے کیونکہ یہ سوچ ہی اس بیماری کی سب سے بڑی علامت ہے۔ اگر ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑاں میں تو شاکر ہی کوئی ایسا انسان ہو گا جو اس بیماری سے بچا ہوا ہے۔ جبکہ ہر کوئی یہ سمجھتا ہے اس باقی تمام لوگوں میں تو یہ خرابی ہے لیکن میں اس سے نفع گیا ہوں۔ آخر یہاں کیا چیز ہے اور اس نے کس طرح ترقی کی راہ میں بے شمار روڑے اٹکائے ہوئے ہیں۔ سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ اچھائی انسان کی فطرت کا حصہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں میں کا پتلا بنا کر ہمارے اندر اپنی روح پھوکی ہے اور برائی ہماری سب سے بڑی ضرورت بن کر ہمارے ساتھ چکلی رہتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

” قتم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی پھر سمجھ دی اس کو بدکاری کی اور نفع کر چلنے کی۔ جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوا۔ اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔“ (القمر : ۷-۱۰)

کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ اس دنیا میں رہنے کے لئے برائی کا سہارا لیتا ہی پڑے گا۔ یہ شیطانی سوچ ہے جو کمزور انسان کی فطرت پر حاوی ہو جاتی ہے یہاں تک انسان اس شیطانی سوچ کا اس حد تک شکار ہو جاتا ہے کہ اس کے نزدیک اچھائی اور برائی کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ ہماری روح کی صحت اور پاکیزگی ہماری فطرت کا حصہ ہے جو ایک زندہ ضمیر کی صورت میں ہر انسان کے اندر موجود ہے۔ جب روح کی آواز یعنی ضمیر کو روکنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اسی یہ ممکن ہوتا ہے کہ انسان برائی کرئے اور اس طرح اپنی فطرت کے منافی کام کرے۔ ایک صحت مند اور پاکیزہ روح عزتوں نفس کا باعث نہیں ہے۔ کسی انسان کی عزت

خالی

ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ ایک عام ڈنی بپاری جو ہمارے معاشرے میں اتنا کی سب سے بڑی مثال بھی ہے غصہ ہے جو ہمارے گھروں اور سڑکوں پر نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ ان پسند معاشرے کی ایک بہت بڑی علامت معانی نہ مانگنا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ لوگ غلطی کرنے کے باوجود معانی مانگنے سے کتنا گھبراتے ہیں۔ مثلاً اگر چلتے چلتے کسی سے تکر ہو جائے تو یقیناً جس کی غلطی ہوا سے فوراً مذہر تک لیتی چاہیے لیکن ایسا نہیں ہوتا بلکہ جس نے غلطی کی ہو وہی غصے میں آ جاتا ہے۔ مذہر تک رے کو اپنا کر بہت سی قباحتوں سے پچا جاسکتا ہے لیکن اس کے لئے اس انسان کی عزت نفس کا بلند ہونا شرط ہے۔ ہمارے معاشرے میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے ہاں عزت نفس کا نقدان ہے۔ لوگوں میں بے تحاشہ غصہ اور معاف نہ کرنے کی عادت عام ہے۔ جس سے بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات تو راستی بات اتنی بڑھ جاتی ہے کہ حالات قابو سے باہر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً بخا بکے ایک گاؤں میں اس طرح کا واقع پیش آیا کہ پانچ روپے کے کبوتر پر لڑائی ہوئی اور جنگل کا تابوڑہ گیا کہ چار لوگ قتل ہو گئے۔ ان جیسی ڈنی بپاری کو جالیں لوگ غیرت کا نام بھی دیتے ہیں اور یہ بیماری کی لوگوں کو لقمہ اجل بنا پچکی ہے۔

گھروں کے اندر کے گھٹکے چاہے یہ اختلافات سماں اور بہو کے درمیان ہوں یا پھر میاں بیوی کے ماہین ہر صورت میں جھوٹی اناکی بنیاد پر کھڑے ہوتے ہیں۔ انسانی برتاؤ کے سلسلے میں ایک خاص پہلو جسے نظر انداز نہیں کرنا چاہیے وہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک انسان جس کردار کا لک ہوتا ہے وہ گھر کے اندر باہر نوکری پر غرض یہ کہ ہر جگہ اُنہی عادات و اطوار کے ساتھ رہتا ہے۔ ہاں تھوڑی سی دیر کے لئے تو کوئی جھوٹ کا الابادہ اور ذہن سکلتا ہے لیکن یہ مشکل کام ہے۔ ہمارے معاشرے کے مرد حضرات عزت نفس کی کمی کا مظاہرہ گھروں میں رعب ڈال کر توکر لیتے ہیں لیکن اُن کی بھی ڈنی بیماری گھر سے باہر ان کے لئے مشکلات کھڑی کر دیتی ہے اور انھیں روزگار کمانے میں دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کی ایک مثال ہمارا وہ نوجوان طبقہ ہے جو ملک جھوڑ کر باہر جانے کو ہر وقت تیار رہتا ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ دوسرے ملک میں جا کر برلن و ہونے یا ٹکسی چلانی پڑے گی۔ اُن کی جھوٹی اناکیں اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنے ملک میں محنت مزدوری کر لیں۔ محنت کرنے سے انھیں شرم آتی ہو تو وہ دوسرے ملک میں جا کر محنت کرنے کو تیار ہوں یا ان کی عزت نفس کی کمزوری کے جواب میں اس موڑ پر لا کھڑا کیا ہے کہ خوشی اور سکون جیسے لفظ عام نوکری پر مجبور کر دیتی ہے اور کمی جھاڑو لگانے پر۔ جھوٹی اناکو برقرار رکھنے کی یہ بہت بڑی سہولت ہے کہ

علامت ہے۔ ہمارے ہاں سڑکوں پر بڑھتے ہیں اسے کوئی کھو کھلے ہوئے کسی شریف انسان کی مجال نہیں ہو سکتی کہ اُن کو کسی غلط بات سے روک سکے۔ یہ لوگ جاہل ہونے کی وجہ سے اندر سے اتنے کھو کھلے ہوتے ہیں کہ ان کی انا آسان تک پچھی ہوتی ہے۔ ذرا سی بات پر گالی گلوچ یا پھر مارنے پیٹھے پر اتر آتے ہیں۔ ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ خالی برلن جو کہ کسی بھی چیز کے ساتھ ٹکرانے پر بہت زیادہ آواز پیدا کرتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ اندر سے کھو کھلے ہوتے ہیں لہذا راز راز ایسی بات پر شرچانا اور چنچانا جاہلوں کی طرح اپنا حق سمجھتے ہیں۔ یہی حال بہت بڑی بڑی گاڑیوں والوں کا بھی ہے۔ ہمارے ملک میں چونکہ اونچے طبقے میں Corruption ہے، بہت زیادہ ہے آپ نے اکثر دیکھا ہو گا کہ بڑی بڑی گاڑیاں اشارے توڑتی ہوئی گزر جاتی ہیں۔ یہ لوگ تعلیم یافتہ لوگوں جیسا رہن سکتا ہے اور دوست کے بل بوتے پر حاصل کر لیتے ہیں لیکن حرام کھانے کی وجہ سے ان کی عزت نفس بجا ہو جکی ہوتی ہے۔ اپنی اس کی کودور کرنے کے لئے اُن کے پاس جو ہے اُس کو بڑھا چڑھا کر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اندر سے اتنے کھو کھلے ہوتے ہیں کاغذ عزت کروانے کے لئے یہ مانا پڑتا ہے کہ وہ اپنی طاقت اور مال کی بدولت کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ ہمارے چاروں طرف اس طرح کی ہزاروں مثالیں ہر وقت موجود ہتی ہیں جن سے ہمارے خاص دعاء سب لوگوں کی عزت نفس کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ اگر ہم یہ جان لیں کہ ہماری کن کن عادات یا اطوار سے ہماری کمزور ہو اس کے بظاہر اثرات جسمانی صحت پر واضح ہوتے ہیں۔ درحقیقت وہ انسان ہر لحاظ میں جذباتی، ڈنی اور روحانی طور پر بھی ایک مریض بن چکا ہوتا ہے۔ کسی بھی انسان کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان چار پہلوؤں میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز کرنے کے باوجود ایک صحت مندرجہ ذیل و دماغ اور روح کا لک بن سکے۔ جیسے ہی کسی انسان کی روح بری طرح متاثر ہوتی ہے اُس کی ترقی میں انکے پہاڑ حائل ہو جاتے ہیں۔ اُن کے ذریعے انسان اپنی کوتا ہیوں اور کمزوریوں کو چھانے کے لئے ایک خول میں اپنے آپ کو بند کر لیتا ہے جو ایک کمزور انسان کو اُس کی کوتا ہیوں سے لا پرواہ کرنے اور اس کو دلائل کے ذریعے اپنی غلطی پر قائم رکھنے میں مددگار رہا تھا ہے۔ یہ اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد ان کس طرح پیدا ہوتی ہے آئیے دیکھتے ہیں کہ اس کے نقصانات کیا ہیں اور ہمارے معاشرے میں اس بیماری کا اثر ہماری انفرادی اور اجتماعی ترقی پر کس طرح پڑتا ہے۔ اگر ہم اپنے معاشرے کا مجموعی طور پر جائزہ لیں تو ہم ایک ایسی قوم ہیں جن میں غصہ بہت ہے۔ گھروں کے اندر سرکاروں پر بازاروں میں ہی نہیں بلکہ اکثر خوشی کے موقع پر لوگوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھیں گے۔ غصے کا اظہار جھوٹی اناکی تسلیکین کی سب سے بڑی

عورتوں میں کم عزت نفس کی ایک بہت بڑی علامت عمر کا چھپانا ہے۔ یہ پیاری اس طرح ہماری روزمرہ کی زندگی میں پھیل چکی ہے کہ اکثر اوقات لوگ اس کے زبردا شکنہ خیز باطنی کرتے نظر آتے ہیں۔ ہمارے اردو گردانی خواتین کی بھروسہ ہے جن کے بچے بیوں بچپن سال کے ہو جاتے ہیں لیکن وہ خود پینٹس سے آگے نہیں نکلی نظر آتیں۔ اسی طرح اکثر اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ لوگ اپنے آپ کو کم عمر ثابت کرنے کے لئے یا پھر شاید دسرے کے کو بڑی عمر کا ظاہر کرنے کے لئے دوچار کے فرق سے بھی (یعنی اپنی ہی عمر کے لوگوں کو) انکل آٹھ بنا نے کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔ مثلاً پینٹس سالہ مرد یا عورت کا چالیس پینٹا لیس کے فردواؤنی یا انکل کہنا نہایت بے ہودہ اور منحک خیز لگتا ہے لیکن کیا کریں لوگ اپنی ڈنی حالت سے مجبور ہو کر یہ سب کر رہے ہیں۔ ہر حرکت کی طرح ان کو جائز قرار دینے کے لئے لوگ اسے عزت کا نام دیں گے۔ جن کی عزت افرائی کی جا رہی ہے ذرا اس سے تو پوچھ لیں کہ وہ کیا محسوس کر رہا ہے؟ اگر ہم جانتے ہوں کہ لوگ ایسی حرکتیں کیوں کرتے ہیں تو ہم یقیناً اُمنا نے کی جائے ان کے حال پر ترس کھائیں گے۔

مردوں کے حالات کے پیش نظر ان کی عزت نفس کا جائزہ الگ سے لینا چاہیے۔ گروں کے اندر اللہ تعالیٰ نے خاوند کو یہ یوں پروفیت دی ہے کوئکہ وہ خاندان کی کفالت کا ذمہ دار ہے۔ جب کوئی مرد اپنی اس ذمہ داری کو صحیح طرح سے نباہ نہیں پاتا تو اس کی عزت نفس مجروم ہوتی ہے۔ یہ ذمہ داری چاہے تو کری کی صورت میں ہے یا گمراہ احوال صحیح رکھنے کی صورت میں۔ ہمارے ملک میں اس وقت حالات خراب ہیں۔ بے روزگاری بہت ہے اور مہنگائی بھی بہت بڑھ گئی ہے۔ کسی بھی انسان کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان حالات سے فجع سکے۔ ان مشکلات سے ہمارے ہاں کے مرد بہت متاثر ہوئے ہیں ان سب سے اوپر کمل علی نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے۔ جب کوئی انسان ناکامی کا سامنا کرتا ہے تو اس کی عزت نفس مجموع ہوتی ہے۔ لیکن صحیح علم نہ رکھنے کی وجہ سے وہ جھوٹی اتنا کا سہارا لیتا ہے۔ ایک ٹریک پولیس والے کی مثال لے لیں، چالان کرنے سے پہلے وہ لکنی بجھ کرتا ہے اور پھر بیوں تیس روپے کے پیچے چالان بھی چھوڑ دیتا ہے۔ دراصل وہ تو کری نہیں کر رہا ہوتا بلکہ اپنی ٹوٹی پھوٹی عزت نفس ڈھونڈ رہا ہوتا ہے۔ جو بعض اوقات اچھے سلوک کی صورت میں اور اکثر اوقات چند پیسوں کی صورت میں مل جاتی ہے اور اس کی انا کو تیکین مل جاتی ہے۔ ایک خاص بُرائی جو ہمارے ہاں دردی والے پیشوں میں پائی جاتی ہے وہ جھوٹی اتنا ہے۔ یہ دردی چاہے پولیس والے کی ہو یا فوج کی ہو یا پھر آجکل ایک نئی صورت میں سامنے آئی ہے اور وہ Public transport کے بُس ڈرائیوروں کی ہے۔ جہاز کے پائلٹ کی طرح ٹوپی پہن کر

مرض کا شکار ہو گا تو اس کی زندگی کا ہر بیلواس کی عکاسی کرتا ہے۔ اس بیماری کی بھی کوئی حدیث ہوتی ہے۔ اس کا اثر ہر چیز یعنی لوگوں کے ساتھ تعلقات پر اور بچوں کی تربیت پر بھی بہت پڑتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں عورتوں اور مردوں دونوں میں عزت نفس کا بہت فقدان پایا جاتا ہے لیکن اظہار کے طریقے دونوں میں فرق ہیں۔ جن عورتوں میں یہ بیماری پائی جاتی ہے وہ اپنی جھوٹی اناکی تیکین کے لئے نمود و نمائش یعنی زیادہ زیور کپڑے یا پھر کسی بھی طرح شوبازی کا اظہار کرتی ہیں۔ آپ نے غور کیا ہو گا کہ جب کوئی عورت پڑھ لکھ کر ڈاکٹریا استاد یا پھر کسی بھی طرح معاشرے کی کارآمد فرد بن جاتی ہے چاہے وہ ایک کامیاب ماں ہی کیوں نہ ہو، ہر حال جو بھی کروہی ہو پڑے سیلیقے کے ساتھ کرے اور اس طرح اپنی افراد کو اس کی ذات سے فائدہ ہو چاہے یہ افراد اس کی اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہوں، پھر بھی اُس کے رکھ رکھا ہو میں اُس عورت کی نسبت کتنا فرق ہوتا ہے جو اس معاشرے کے لئے صرف بے کار ثابت ہوتی ہے بلکہ اپنا گھر تباہ کر دیتی ہے اور پھر بن ٹھن کر اپنی جھوٹی اناکو تیکین پہنچانے کی کوشش میں الٹی سیدھی حرکتیں کرتی ہیں۔ پچھلے دونوں ہمارے ملک کی ایک مشہور ڈاکٹر نے بڑی اچھی طرح اس کی وضاحت ایک سوال جواب کے پروگرام کے دوران کی۔ کسی خاتون نے سوال کیا کہ ڈاکٹر صاحبہ میرے بازوؤں میں بہت درد رہتا ہے جبکہ میں کوئی خاص صفت کا کام بھی نہیں کرتی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر صاحبہ نے فوراً جانچ لیا اور کہنے لگیں یہ تھکریاں جو آپ نے اپنے بازوؤں میں پہنی ہوئی ہیں (خاتون نے غالباً سونے کے بھاری کڑے پہنے ہوئے تھے) یہ ذرا اتار دیں پھر کیھیں کہ درد ہوتی ہے کہ نہیں۔ اسی طرح کی ایک اور مثال ہمارے بہت بڑے صنعتی شہر فیصل آباد کی ہے۔ شادی کے وقت جب دہن کو لا یا گیا تو اسے دو عورتوں نے اس طرح ہمارا دیا ہوا تھا کہ جیسے کوئی اپانچ ہوسراں والے ڈرگے انہوں نے فرمائی کہ لڑکی کو ذرا چھوڑ دیں (غالباً وہ دیکھنا چاہتے ہو گئے کہ لڑکی کوئی مسئلہ تو نہیں ہے) تو لڑکی کے گھر والوں نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ زیور کے بوجھ کی وجہ سے لڑکی سے چلانہیں جا رہا اس لئے اُسے سہارے کی ضرورت ہے۔ یہ سن کر سراں والوں کے سر فخر سے بلند اور گرد نیں غور سے اکٹ گئیں۔ ہمارے معاشرے میں زیادہ تعمور تسلی گروں میں رہتی ہیں۔ لہذا اُن کے مسائل بھی گھر بیلوں نویت کے ہوتے ہیں۔ جو عورتوں پڑھ لکھ کر کوئی نہ کوئی کیری اپنائی ہیں اُن کی ڈنی حالت بھی ذرا مختلف ہوتی ہے البتہ فعال کردار ادا کرنے کی وجہ سے ان میں انا کا مسئلہ ذرا سا کم ضرور ہوتا ہے۔ ہر حال مسائل اُن کے بھی کچھ اُسی نوعیت کے ہوتے ہیں جو گروں میں رہنے والی عورتوں کے ہیں۔

باہر جا کر جو بھی کریں گے کوئی دیکھے گا نہیں۔ آج سے پندرہ میں سال پہلے کے لئے تو یہ فارمول ٹھیکنے کی تیکین اب تو اتنے زیادہ لوگ باہر جا کر بس گئے ہیں کہ یہ چھپانا بھی ذرا دشوار ہو گیا ہے کہ کوئی کیا کرتا ہے لیکن اس کے باوجود لوگ جانا چاہتے ہیں۔ یقظت سمجھنے کے لئے ہم نے کچھ نیز ہر جا کسہارا لیا تو جواب بھی اُسی ایک دوسرے کے حالت پر پرداہ ڈالا پا فرض سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں جو قابلی یا ان حقیقت سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ ملک چھوڑ کر باہر کے ملکوں میں سیٹ ہیں ان کا رویہ کچھ بدلتا ہے۔ یہ تبدیلی یقیناً اُس بہتر طرز زندگی کی وجہ سے ہے جو انھوں نے وہاں اپنایا ہے۔ لیکن ان کے خاندان جو کوہ وہ یقین چھوڑ گئے ہیں ڈنی لحاظ سے وہیں کے وہیں کھڑے ہیں۔ لہذا وہ اپنی چوٹی کا زور لگادیتے ہیں کہ کہیں پہنچنے چل جائے ان کا کوئی رشتہ دار باہر کس طرح کا کام کرتا ہے۔

سas اور بھوکے درمیان سب سے زیادہ اختلاف اس بات پر ہوتا ہے کہ گھر کس کا ہے۔ کس کا حق زیادہ ہے کچھ اسی طرح کے ایک گھر میں شادی شدہ بیٹی کی حالت (خود اس کی زبانی) کچھ ایسی ہوتی ہے کہ بیوی اور ماں مل کر ایک سر سے اور دوسری ٹانگوں سے اپنی طرف گھسیٹے کی کوشش میں اُس بے چارے کی بری حالت کر دیتی ہیں۔ مسئلہ صرف انا کا ہے جن گروں میں ساس یا بھا جھی زندگی گزار رہی ہو دہاں یہ صورت حال نہیں ہو گی۔ اُس کی وجہ صاف ظاہر ہے جب کوئی انسان اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے تو اپنی کمزوری کچھپانے کے لئے طرح طرح کے ہنخنڈے استعمال کرتا ہے۔ ہمارے ہاں عورتوں کے کم علم ہونے کی وجہ سے یہ مسئلہ بہت بڑھ گیا ہے۔ گروں کا ماحول کسی بھی انسان کی ترقی پر براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ لوگ گروں سے دور ہنا شروع کر دیتے ہیں۔ جائے اسکے کہ میاں بیوی اپنے اپنے کام سے فارغ ہو کر ایک دوسرے کا انتظار کریں وہ ایک دوسرے کی شکل دیکھنے کے روادر نہیں ہوتے۔ جہاں سکون نہ ہو کیا وہاں اچھی زندگی کی امید رکھی جاسکتی ہے؟ ساری امیدیں تباہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اس طرح کی صورت حال میں کوئی انسان کیا ترقی کرنا چاہے گا، اُس کی زندگی تو پہلے ہی عذاب بن چکی ہوتی ہے۔ انا کے پہاڑ اس طرح ہر راہ پر حائل ہیں کہ کوئی یہ سوچے گا کہ بس جیسی گزر رہی ہے گزرہ جائے تو اچھا ہے۔ بھی وجہ ہے کہ آپ کسی سے بھی پوچھ لیں۔ ہاں بھائی کیسے ہو زندگی کیسی گزر رہی ہے تو جواب بھی ملے گا بس کٹتی رہی ہے۔ جس گھر میں ساس اور نندوں کا مسئلہ نہیں بھی ہے وہاں اگر بیوی ہی کم عزت نفس کی مالک ہو یا پھر خاوند بہت اناپرست ہو تو بھی سکون نہیں ہو گا۔ یعنی جب ایک انسان اپنے سی جیسے

ضرورت ہے اور مسلمانوں پر یہ نعمت نچاہوں کی گئی ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے نہیں تھا کہ مسلمان دماغ خراب کر لیں اور عزت نفس سے ہی باتھد ہوئیں اور جھوٹی اناہار امقدار بن جائے۔ غور کریں تو معلوم ہو گا کہ ترقی یا فیض مالک میں لوگوں کے اطوار ایسے ہیں جنہوں نے ان کی عزت نفس کو بڑھایا ہے مثلاً جب بولنا، محنت کرنا، علم حاصل کرنا، ایماندار ہونا، غریبوں کی مدد کرنا، خیرات دینے پر یقین رکھنا اور اپنے آپ کو بہتر سے بہتر بنانا وغیرہ ان کے روزمرہ کے معمولات ہیں۔ قرآن پاک میں یہی سب کچھ توہینا گیا ہے۔

معاف کرنا اور دوسروں کی مدد کرنا دو ایسی خوبیاں ہیں جو کسی بھی انسان کی عزت نفس کو بڑھادیتی ہیں۔ تب ہی ہمارے ذہب میں ان پر زور دیا گیا ہے اور نبی پاک ﷺ نے خود علماً اس کی مثال پیش کی۔ یہودی عورت جو نبی پاک ﷺ پر (نفع بالله) غلامت پھینک دیتی تھی جب ایک روز اُس نے ایسا نہیں کیا تو آپ ﷺ اس کا حامل پوچھتے شریف لے گئے۔ یہ واقعہ ہر انسان کے لئے بلند عزت نفس کی بہترین مثال کے طور پر رحمتی دیتا تک جانا جائے گا۔ یہ وہی بلند عزت نفس ہے جو آدمی کو انسانیت کی عظیم تر معراج تک لے جاتی ہے جس کے لئے علامہ اقبال نے کہا کہ:

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

آج اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں معافی دینا تو ہماری فطرت کا حصہ ہی نہیں۔ جسے دیکھونہ صرف دوسروے پر الام دینے کو تیار ہے بلکہ ناک بھوں کچڑے غصے میں بھوں کرنا نظر آتا ہے۔ اس پر مزید یہ کہ اس طرزِ زندگی کو اونچے طبقے کا امثال سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے ملک کے بڑے بڑے تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے بچوں میں یہ رائی خاص طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔ ایسے بچے بڑوں کا ادب نہیں کرتے یا نوکروں کو مُراہلا کہتے ہیں اور اپنے آپ کو عقل مل کی سمجھتے ہیں اور دیکھنے والے ان کا یا امثال دیکھ کر ہی اندازہ لگاتے ہیں کہ وہ کس تعلیمی ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہو گا کہ اس طرح کے تعلیمی اداروں میں اتنی زیادہ فیس دے کر ماں باپ یہ امید کرتے ہیں کہ ان کے بچوں کا رکھا و اوپھی سوسائٹی کے مطابق ہے۔ ہماری جھوٹی انانے ہماری ساری خوبیوں کو ٹھن کی طرح کھالیا ہے اور آج ہم ایک ایسی قوم بن گئے ہیں جس پر دنیا بُختی ہے اور ہم اُسی دنیا کے دیے ہوئے ٹکڑوں پر جینے کے لئے اپنے آپ کو مجبور اور بے بُس پاتے ہیں۔ ایک ایک فرد سے مل کر کسی قوم بُختی ہے۔ اگر میں اور آپ جھوٹی انانکے ٹکڑا ہیں تو ہم اس تباہی میں برا بر کے شریک ہیں جس نے ہماری قوم کو سرجھکانے پر مجبور کر دیا ہے۔

کہ وہ یہ سوچ رکھتے ہیں جبکہ عورت کو اللہ تعالیٰ نے فطرت ایسا بنا لیا ہے کہ اگر مرد اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا تو وہ اُس کے تحفظ میں ہی رہنا پسند کرے گی کیونکہ اُسے اس میں بہت فائدہ نظر آئے گا۔ میاں بیوی کے سلسلے میں تو یہ مسئلہ نظر آتا ہی ہے جبکہ دفتر و میں صورت حال کچھ مختلف نہیں ہے اگر کسی مرد کو خاتون بس کے ماتحت کام کرنا پڑے تو وہ مرد نہایت کشمکش میں رہے گا کہ اب بھلا میں عورت کے نیچے کام کروں۔ اُس کی جھوٹی انا اُسے مجبور کرے گی کہ نوکری جائے تو جائے عورت اُس سے کام کرائے یہ وہ نہیں کر سکتا۔ مردوں میں اس ڈھنی بیماری کی عام علامات کچھ یوں ہیں۔ یہو بچوں کو مارنا پہنچنا، گالی گلوچ کرنا، کسی نوکری یا کام پر زیادہ دیریکٹ نہ رہنا، عورتوں کو کم عقل اور کم درجہ سمجھنا، ڈھیٹ ہونا، کردار کا خراب ہونا، کام نہ کرنا (اس میں گھر سے باہر اور گھر کے اندر دونوں کام شامل ہیں) اپنے آپ کو سب سے زیادہ تکلف سمجھنا، دولت کا اظہار گاڑیوں یا بس یا پھر بعض صورتوں میں زیور بھی پہننا۔ جھوٹی انا کی بیماری میں بنتا مرد نہ صرف کچھ عادات میں عورتوں سے ممائش رکھتے ہیں بلکہ کچھ اور عادتیں بھی ایسی ہیں جن میں وہ عورتوں سے کسی طرح پیچھے نہیں رہتے مثلاً چغلی کرنا، نمود و نماش کرنا، بہت باقیں کرنا اور اپنی کامیابیاں پار بار سنا عزت نفس کے نقادان کی عام علامات ہیں۔ اس کے علاوہ مرد عورتوں میں زیادہ دلچسپی لے کر یا پھر بغیر کسی ٹھوں جواز کے زیادہ شادیاں کر کے بھی اپنی اس ڈھنی بیماری کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور ایک بہت واضح عادت جو ہمارے معاشرے کے تقریباً ہر فرد میں پائی جاتی ہے لیکن آدمی اس کا سہارا سب سے زیادہ لیتے ہیں کیونکہ گھر سے باہر کے معاملات میں اس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ وہ (Name Throwing) ہے۔ عام فہم زبان میں اسے پھریں مارنا کہتے ہیں۔ مشہور لوگوں کا نام بار بار اپنے ساتھ لگانا اور ایسے ذکر کرنا کہ لوگ متاثر ہو سکیں اس عادت کی خاص علامات ہیں۔ جس معاشرے میں ڈھنی طور پر لوگ اتنے مقلوق ہو گئے ہوں کہ ہر چوٹا بڑا، مرد و عورت، امیر غریب اس بیماری کا ٹکڑا ہو وہاں ترقی کے کیا آثار ہوئے؟ کیا ہم ایک نیم پاگل قوم بن پکے ہیں؟ ترقی کا سوچنے سے پہلے ہمیں اپنے دماغوں کا جائزہ لیتا ہو گا اور خود شناسی کا اصول اپنا کر اپنے آپ کو انفرادی طور پر درست کرنے کی کوشش کرنی ہو گی۔ مسلمان ہونے کے ناطقوں میں یہ برائی ہونی ہی نہیں چاہیے تھی۔ مسلمان کو جو دے دیا گیا ہے یعنی قرآن اور سنت وہ اس قدر عظیم تھا کہ اس کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسلام ایک ایسا دین ہے جو ہماری تمام جسمانی، ڈھنی جذباتی اور روحانی ضروریات پوری کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مسلمان قوم کو رہنمایا کر بھیجا گیا کیونکہ جو کامیابی کا نسخہ مسلمان کے پاس ہے وہ ہر انسان کی بنیادی

ایک ڈرامیور بھی اپنے آپ کو جہاز کا کپتان ہی محسوس کرتا ہے اور بُس بھی ایسے ہی چلاتا ہے جیسے جہاز اڑا رہا ہو۔ ہمارے ہاں کی ٹرینک سے بھری ہوئی سرکوں پر کتنے بچے ان بسوں کے نیچے آ کر لقمه اجل بن پکے ہیں۔ اگر ہم ان ڈرامیوروں کا interview لیں تو صاف پتہ چل جائے گا کہ اُن کا مسئلہ کیا ہے۔ ان کا مسئلہ عزت ہے جو اُنھیں وردی کی صورت میں دی گئی ہے۔ کہتے ہیں عزت بھی جاہل کو راس نہیں آتی کیونکہ ایک جاہل انسان کو عزت نہیں بلکہ طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کوئی بھی انسان جو علم کے زیور سے محروم ہو گا وہ عزت نفس کے فقدان کا بھی شکار ہو گا۔ اگر ہم اسے کسی بھی صورت میں طاقت دے دیں گے تو وہ یقیناً اُس کا غلط استعمال کرے گا۔ یہی صورت حال ہم گھروں کے اندر بھی دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں مردوں کی ظاہری حکومت گھروں کے اندر اور باہر ہر جگہ قائم نظر آتی ہے۔ اُس کی وجہ میں عزت نفس کا فقدان ہے جس نے اُن کی انا کو پہاڑوں سے بلند کر دیا ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کی بجائے وہ علم کی کمی کی وجہ سے دن بدن مزید اس بیماری کا ٹکڑا ہو رہے ہیں۔ ڈھنی طور پر بیمار انسان سے کیا تو قع کی جاسکتی ہے اور ایک ایسا معاشرہ جس میں ہر دوسرے انسان کو یہ بیماری لگ جائی ہو کیا ترقی کرے گا۔ ہم تو یہ اندازہ لگانے سے بھی قادر ہیں کہ اس معاشرے کا نجام کیا ہو گا۔ مردوں میں اس بیماری کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ عورت کو کم درجے کا انسان سمجھتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو بر ابرہما ہیا ہے۔

”اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ
بہشت میں داخل ہوں گے اور بھور کے ٹھگاف بر ابر بھی اُن کا حق نہ مارا جائے گا۔“

(النساء : ۱۲۳)

ایک گھر بھی گاڑی کی طرح ہوتا ہے اور میاں بیوی اس کے دوپیے۔ ایک موڑ سائیکل کی مثال لے لیں جو دو پہلوں پر چلتی ہے۔ دونوں پیسے زمین پر ہی لگر ہتے ہیں۔ ایک ساتھ ہی چلتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ایک آگے ہے اور دوسرا پیچھے اب اگر کوئی یہ کہ کچھل پیسے کو کوکرورہ بننے دیں تو گاڑی تو نہیں چلتی گی یا یہ کہ دونوں پیسے آگے لگا دیئے جائیں تو یہ بھی ناممکن ہے ایک کو آگے اور دوسرے کو پیچھے رہ کر گاڑی چلانی ہے۔ بالکل اسی طرح گھر کے نظام میں میاں آگے کا پہیہ اور بیوی پیچھے کا پہیہ بُختی ہے۔

مردوں میں برا بر کے ڈھنی سے ہی گھر کی گاڑی صحیح طریقے سے چلتی ہے۔ میاں اپنی قوم کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ عورتوں کے علم حاصل کرنے کے بھی خلاف ہیں کیونکہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ عورت ہمارے زرع میں نہیں رہے گی۔ اُن کی ڈھنی حالت ایسی ہے